Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:4 (1975)

استنبول کی مساجد[1]

ثروت صولت

استنبول اپنے محل وقوع کے لحاظ سے دنیا کے حسین ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے حسن کو نکھارنے میں قدرت اور انسان کی فنی مہارت، دونوں کا ہاتھ ہے اور بقول ایک سیّاح کے یہاں قدرت کی صناعی اور انسان کی صناعی ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئی ہیں۔ استنبول میں انسان کی صناعی کا سب سے شاندار اور دلکش نمونہ وہاں کی مسجدیں ہیں، جن کے گنبد اور بلند و بالا مخروطی مینار، نیلگوں سمندر، سرسبز میدانوں، پہاڑیوں اور خوبصورت عمارتوں کے درمیان آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے ایک ایسا منظر پیش کرتے ہیں جو ایک بار دیکھنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذہنوں میں نقش ہو جاتا ہے۔ ایک پاکستانی سیّاح نے استنبول کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر پرانے استنبول کا نظارہ کیا جائے تو گمان ہو گا کہ ہم کسی ساحلِ بحر کے قریب چھوٹے بڑے مستولوں والے بہت سے جہازوں کو یک جا دیکھ رہے ہیں کیونکہ اس حصہ شہر میں مسجدوں کے اس قدر مینار نظر آئیں گے کہ دُور سے ان پر مستول ہونے کا شبہ ہو گا۔"

---

[1] مضمون کی ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

(1) HAYAT TÜRKIYE ANSIKLOPEDISI, ISTANBUL.

(2) ISTANBUL MOSQUES, ANKARA, 1965.

(3) حکیم محمد سعید: یورپ نامہ حصّہ اوّل

(4) قسطنطنیہ از ہیرلڈ لیمب ترجمہ غلام رسول مہر

یوں تو استنبول دو ہزار سال سے بھی زیادہ پرانا شہر ہے لیکن مسلمانوں کے ایک شہر کی حیثیت سے اس کی عمر صرف ۵۲۲ سال ہے۔ اس مدّت میں مسلمانوں نے یہاں جتنی مسجدیں تعمیر کیں وہ مسلمانوں کے نزدیک اجتماعی عبادت کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ مسجدوں کی اس کثرتِ تعداد کی وجہ سے استنبول کو مسجدوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں استنبول میں ۴۹۸ مسجدیں تھیں۔ ان میں سے ۲۸۷ پرانے شہر میں، ۳۸ فصیل شہر کے باہر، ۱۱۱ غلطہ کے علاقہ میں اور ۶۲ اسکودار میں، جو استنبول کا ایشیائی محلہ ہے۔ ۸۲ سال کی اس مدت میں اس تعداد میں مزید اضافہ ہوا ہے اور ترکی میں شائع ہونے والے ایک کتابچہ "استنبول کی مساجد" کے مطابق اس وقت ترکوں کے اس تاریخی شہر میں آٹھ سو سے زیادہ مسجدیں ہیں۔

استنبول کی مسجدیں تین قسم کی ہیں، ایک وہ جو سلاطین یا شاہی خاندان کے افراد نے بنوائیں، بڑی اور شاندار مسجدیں یہی ہیں۔ عثمانی سلطنت کے تقریباً ہر بادشاہ نے اپنی زندگی میں کم از کم ایک مسجد ضرور بنوائی۔ دوسری قسم ان مسجدوں کی ہے جو وزراء اور امراء نے بنوائیں۔ اور تیسری قسم ان مسجدوں کی ہے جو اصحابِ خیر نے مل کر تعمیر کروائیں جیسے جامع ششلی جو جمہوریت کے دور میں تعمیر ہونے والی سب سے اہم مسجد ہے۔ ترکی میں ہر مسجد کو جامع کہا جاتا ہے۔

ترکی کی مساجد کا اپنا ایک مخصوص طرزِ تعمیر ہے۔ اگرچہ یہ طرزِ تعمیر بازنطینی طرزِ تعمیر سے متاثر ہے۔ لیکن ترکوں نے اس میں اضافے کر کے اس کو مخصوص عثمانی طرزِ تعمیر کی شکل دے دی۔ بیرونی حصہ میں ترکوں کا حسین ترین اضافہ مخروطی طرز کے وہ مینار ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف مسجدوں کا حُسن دوبالا ہو گیا بلکہ ترکی طرزِ تعمیر نے ایک امتیازی شکل بھی اختیار کر لی۔ اندرونی طور پر مسلمانوں نے مسجدوں کو قرآنی آیات اور دوسرے کتبات اور نقش و نگار سے مزیّن کر کے روحانی کیف و سرور کا سامان فراہم کیا ہے۔

آیئے اب ہم تاریخی ترتیب کے لحاظ سے شہر کی چند اہم مسجدوں پر ایک نظر ڈالیں:

ایا صوفیہ | مسجد ایا صوفیہ بازنطینی طرزِ تعمیر کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ اسے بازنطینی شہنشاہ قسطنطین نے شام اور لبنان کے مندروں سے حاصل کردہ پتھروں سے ۳۴۷ء میں تعمیر کیا تھا

اور گرجا قرار دیا تھا۔ یہ کئی مرتبہ زلزلوں میں تباہ ہوا۔ ۵۵۸ء میں اس کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔

۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو جب ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو اسی روز سلطان نے نماز مغرب ایا صوفیہ کے بڑے ہال میں ادا کی اور اعلان کرادیا کہ آج سے یہ گرجا نہیں مسجد ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس واقعہ سے دو سو سال قبل ۱۲۳۵ء میں جامع قرطبہ گرجے میں تبدیل کی جاچکی تھی۔

فتح استنبول کے وقت ایا صوفیہ کی حالت بہت شکستہ تھی۔ محمد فاتح کے حکم سے پشتہ بندی کے ذریعہ دیواروں کو مستحکم کیا گیا۔ مسجد کی ضروریات کے مطابق اس میں ترمیم کی گئی۔ تصاویر پر استرکاری کرکے ان پر آیاتِ قرانی لکھی گئیں اور اسلامی انداز کے طغرے لکھے اور میناروں کا اضافہ کیا گیا۔ بعد میں جامع ایا صوفیہ ترکی کی تمام مسجدوں کے لئے کچھ نمونہ سی بن گئی۔

۴۸۲ سال تک مسجد رہنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں یہ مسجد اتاترک کے ایک حکم سے عجائب گھر میں تبدیل کردی گئی۔ اندرون مسجد پتھر پر جو آیات اور طغرے کندہ تھے وہ ویسے ہی رہنے دیئے گئے۔ لیکن جہاں جہاں تصویروں پر استرکاری کردی گئی تھی، اس کو کھرچ کر تصاویر اور قدیم نقش ونگار نمایاں کر دیئے گئے۔ ترکوں میں ایا صوفیہ کو ایک بار پھر مسجد بنا دینے کی شدید خواہش پائی جاتی ہے۔ اس آرزو کا اظہار شعراء اپنی نظموں میں بھی کرتے رہتے ہیں اور جنوری ۱۹۷۵ء میں جب لیبیا کے وزیر اعظم عبدالسلام جلود ترکی کے دورے پر گئے تھے تو ایا صوفیہ کو دیکھنے کے بعد انھوں نے ایا صوفیہ کے مہمانوں کی کتاب میں ذیل کے تاثرات تحریر کئے:

"جامع ایا صوفیہ کی زیارت میرے لئے باعث شرف ہے۔ اس طرح میں نے اس عظیم ترین فتح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، جو مسلمانوں نے حاصل کی تھی۔ میری آرزو ہے کہ اب جب میں دوبارہ یہاں آؤں تو اس عظیم عمارت کو خدا کے گھر کی شکل میں دیکھوں اور ترکی کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کروں۔ ساری تعریفیں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں"۔ [1]

---

[1] ہفت روزہ "ینی دین ملی مجادلہ" (YENIDEN MILLI MUCADELE) شمارہ نمبر ۲۵۹، ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۷۵ء

جامع ابو ایوب انصاریؓ یہ مسجد مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر کے پاس تعمیر کی گئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں قسطنطنیہ کے محاصرے کے دوران ۵۲ھ میں وفات پا گئے تھے۔ اور آپ کو فصیل شہر کے پاس دفن کر دیا گیا تھا۔ قسطنطنیہ کی فتح کے تیسرے روز مشہور ترک عالم اور بزرگ آق شمس الدین نے اپنے ایک خواب کے بموجب سلطان محمد فاتح کو متوجہ کیا اور سلطان محمد فاتح نے آپ کی قبر پر ایک مقبرہ تعمیر کرا دیا اور پاس ہی ایک مسجد تعمیر کی جو ۱۴۵۸ء میں مکمل ہوئی۔ ۱۸۰۰ء میں مسجد کی مرمت ہوئی اور بعض حصے نئے سرے سے تعمیر کئے گئے۔

صحابی رسولؐ سے نسبت ہونے کی وجہ سے یہ مسجد اور مقبرہ نہ صرف استنبول بلکہ ترکی کا مقدس ترین مقام بن گیا۔ عثمانی سلاطین کی رسمِ تاجپوشی اسی مسجد میں ہوئی تھی۔ ہر سلطان کو پیدل چل کر جامع ایوب تک آنا پڑتا تھا جہاں امام مسجد اس کے سر پر تاج شاہی رکھ کر عثمان خان اوّل بانی سلطنت عثمانیہ کی تلوار بادشاہ کی کمر سے باندھتا تھا۔ اسی وقت بادشاہ ساری مسجد میں گھوم کر یہ معلوم کرتا تھا کہ اس کا کوئی حصّہ مرمّت طلب تو نہیں ہے۔ اور اگر نقص نظر آتا تو دُور کرنے کا حکم دیتا۔ اب یہ رواج ہے کہ حج کرنے سے پہلے لوگ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مقبرہ کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ خواتین کے لئے مسجد میں ایک حصّہ الگ ہے اور بیچ میں لوہے کی جالی لگادی گئی ہے۔ مسجد اور مزار کی وجہ سے پورا محلّہ "ایوب" کہلاتا ہے۔ چونکہ لوگ رسولِ اکرمؐ کے صحابی کے قریب دفن ہونا باعثِ برکت سمجھتے ہیں اس لئے یہاں ایک بہت بڑا قبرستان بھی بن گیا ہے۔ جامع ایوب استنبول کی ان مسجدوں میں ہے جہاں کبوتروں کی کثرت ہے۔

فن تعمیر کے لحاظ سے یہ مسجد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔

جامع فاتح یہ مسجد بھی سلطان محمد فاتح نے تعمیر کرائی تھی اور اس کے نام پر جامع سلطان محمد فاتح کہلاتی ہے۔ مسجد اگرچہ ۱۴۶۳ء میں مکمل ہوئی تھی لیکن جامع ابو ایوب انصاری کی طرح یہ بھی ۱۷۶۵ء کے زلزلے میں تباہ ہو گئی تھی۔ موجودہ عمارت ۱۷۷۱ء میں مصطفےٰ ثالث کے دور میں تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کی بھی جامع ایوب کی طرح

صرف تاریخی اہمیت ہے ورنہ فن تعمیر کے لحاظ سے کوئی خاص بات نہیں زیادہ بڑی بھی نہیں۔ مینار بھی دو ہیں۔ عہد قدیم میں مسجد کے ساتھ ایک شفاخانہ کے علاوہ مدرسے اور طلبہ کی اقامت گاہیں تھیں۔ مسجد کے باغ میں سلطان محمد فاتح اور اس کی بیوی گل بہار خاتون دفن ہیں۔ مرکزی دروازہ کے دائیں طرف قرآن کی آیت لا اکراہ فی الدین لکھی ہوئی ہے۔ اسلام کی اور سلطان محمد فاتح کی رواداری کا اعلان کر رہی ہے۔

جامع بایزید | یہ مسجد سلطان محمد فاتح کے بیٹے بایزید ثانی نے تعمیر کروائی ہے جو ۱۴۸۱ء سے ۱۵۱۲ء تک حکمران رہا۔ اس مسجد کا طرز تعمیر دوسری مسجدوں سے مختلف ہے اور عربی انداز کا ہے۔ اس میں کہیں کہیں جو عبارت کندہ کی گئی ہے وہ خط نسخ میں ہے۔ معمار کا نام خیر الدین تھا۔ صحنِ مسجد میں وضو کے لئے جو حوض تعمیر کیا گیا ہے اس کے چاروں کونوں پر چار ستون مختلف رنگ کے پتھروں سے تراشے گئے ہیں۔ ایک ستون سفید سنگ مرمر کا ہے دوسرا سنگ موسیٰ کا، تیسرا سبزی مائل ہے اور چوتھا بالکل سرخ ہے۔ ان میں کہیں جوڑ نہیں۔

اس مسجد کا ایک معجزہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں کبھی چوری نہیں ہوئی۔ مسجد کے اطراف میں پرانے زمانے کے سرو شمشاد کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کو بعض لوگ کبوتروں کی مسجد بھی کہتے ہیں کیونکہ یہاں صحن میں اور دیواروں پر ہر وقت کبوتروں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے اور وہ نمازیوں کے آنے جانے سے ذرا نہیں ڈرتے۔

یہ مسجد ۱۵۰۶ء میں تعمیر ہوئی تھی اور اگرچہ زیادہ شاندار اور وسیع نہیں ہے۔ لیکن اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں بہت کم تبدیلی ہوئی ہے اور اپنے عہد کے فن تعمیر کا مکمل نمونہ ہے اور استنبول کی قدیم ترین مسجدوں میں شمار کی جاتی ہے۔ جامع فاتح اور جامع ایوب اگرچہ اس سے پہلے بنی تھیں لیکن زلزلہ میں تباہ ہو گئی تھیں اور ان کی موجودہ عمارتیں اٹھارھویں صدی کی تعمیر ہیں۔

مسجد کے صحن میں سلطان بایزید ثانی کی قبر ہے۔

جامع سلطان سلیم | بایزید ثانی کے لڑکے سلیم اوّل (۱۵۱۲ء تا ۱۵۲۰ء) کا سارا عہد فتوحات

اور جنگوں میں گزرا اس لئے اس کو مسجد بنانے کا موقع نہیں مل سکا۔ اس کے بعد جب اس کا بیٹا سلیمان قانونی (۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء) تخت پر بیٹھا تو اس نے باپ کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی جو جامع سلطان سلیم کہلاتی ہے۔ یہ مسجد جو ۱۵۲۰ء میں شروع ہو کر ۱۵۲۲ء میں مکمل ہوئی بہت بلند اور عالی شان ہے۔ اس کا ایک گنبد ہے۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق مسجد کے ساتھ ایک کتب خانہ اور مدرسہ بھی تھا۔ مسجد کے پیچھے کئی قبریں ہیں جن میں ایک سلطان سلیم اوّل کی ہے۔

جامع سلیمانیہ پندرھویں اور سولہویں صدی عثمانی ترکوں کے سیاسی عروج کے ساتھ فنِ تعمیر کے عروج کا زمانہ بھی ہے۔ عثمانی فن تعمیر سلیمان قانونی کے زمانے میں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ ترک معماروں کا سرتاج خواجہ سنان (۱۴۸۹ء تا ۱۵۷۸ء) اسی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک فوجی ہونے کے علاوہ ایک بے مثل انجنیئر بھی تھا۔ سلیمان کے زمانے میں بلغراد رہوڈس اور ہنگری کی فتوحات میں حصہ لینے کے بعد بادشاہ نے اس کو میر تعمیر مقرر کیا۔ سنان نے اپنی زندگی میں تین سو سے زیادہ عمارتیں بنائیں جن میں جامع سلیمانیہ اور جامع سلیمیہ (ادرنہ) اس کے سب سے بڑے تعمیری شاہکار ہیں۔

جامع سلیمانیہ صرف استنبول ہی کی نہیں بلکہ پورے ترکی کی سب سے بڑی اور شاندار مسجد ہے۔ یہ مسجد ۱۵۵۷ء میں سات سال میں مکمل ہوئی۔ خواجہ سنان اس سے پہلے "شہزادہ جامع" تعمیر کر چکا تھا جو سلیمان نے اپنے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی یاد میں ۱۵۴۴ء تا ۱۵۴۹ء میں تعمیر کرائی تھی۔ اس کے بعد سے اس کا عروج شروع ہوا اور جامع سلیمانیہ میں اس کا فن عروج پر پہنچ گیا۔ چنانچہ جامع سلیمانیہ کی تعمیر کے بعد اس نے فخر سے کہا کہ جب جامع شہزادہ بنائی تو میں نو آموز تھا لیکن جامعہ سلیمانیہ کی تکمیل کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے فن تعمیر میں کمال حاصل کر لیا ہے۔

سلیمان قانونی دسواں عثمانی فرمانروا تھا۔ اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سنان نے جامع سلیمانیہ کے چار میناروں کے دس کھنڈ اس طرح رکھے کہ دو میناروں میں تین تین اور باقی دو میں دو دو کھنڈ ہیں۔ اس طرح ان کی مجموعی تعداد دس ہو جاتی ہے۔ سلطان نے مسجد کی تکمیل کے

بعد جب اس کا سبب دریافت کیا تو سنان نے مذکورہ بالا وضاحت کی جس پر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے انعامات سے نوازا۔ ہر مینار کی بلندی ۶۴ میٹر یعنی دو سو آٹھ فٹ ہے۔

استنبول شہر سات پہاڑیوں پر آباد ہے اور جامع سلیمانیہ ان میں سے تیسری پہاڑی کی شمالی ڈھلان پر واقع ہے۔ یہاں سے شاخ زرین اور بحیرہ مارمورہ کا منظر نہایت دلکش ہے۔ چار کونوں پر چار مینار اور مسجد کے چاروں طرف سرو کے درختوں نے جو ڈھلانوں پر بڑے سلیقہ سے لگائے گئے ہیں، حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

مسجد کا طول ۲۲۵ فٹ اور عرض ۲۰۵ فٹ ہے۔ ترکی کی دوسری مسجدوں کی طرح مسجد کا بڑا حصہ مسقف ہے۔ مسجد اندرونی آرائش کے اعتبار سے بھی بڑی خوب صورت ہے۔ چاروں طرف جو برآمدے ہیں ان میں داخل ہونے کے دروازوں کی محرابوں میں خوبصورت پچی کاری کی گئی ہے اور ان پر قرآنی آیات کندہ ہیں۔ ہر محراب کے اوپر ایک ایک چھوٹا گنبد ہے۔ لیکن مغربی سمت والے دالان کے وسط میں جو بڑا گنبد ہے وہ بہت وسیع اور شاندار ہے۔ فرش سے اس کی بلندی ۱۵۶ فٹ ہے اور کنارے پر اس کا دور ۸۶ فٹ ہے۔ اس کے نیچے کھڑے ہو کر بات کی جائے، تو آواز نہیں گونجتی۔ برآمدوں اور بڑے دالان کے ستون سفید اور سرخ پتھر کے ہیں۔ ان میں بعض سادے ہیں اور بعض پر نقاشی کی گئی ہے۔ جو ایرانی وضع کی ہے۔ دیواروں پر بڑی کاریگری کے ساتھ رنگین شیشے بھی لگائے گئے ہیں جن سے ان کا حسن بہت بڑھ گیا ہے۔

مسجد میں کل ۴۲ گنبد ہیں۔ فرش سنگ مرمر کا ہے۔ چاروں طرف ایک گیلری ہے جو ستونوں کے سہارے کھڑی ہے۔ سلطان کے نماز پڑھنے کی جگہ پر سنگِ مرمر کا نادر کام ہے۔ روشنی دریچوں سے آتی ہے جن کی تعداد ۱۳۸ ہے۔ ان کے رنگین شیشے عہد سلیمانی کے بہترین آئینہ ساز ابراہیم سرخوش کی یادگار ہیں اور کتبے مشہور خطاط قرہ حصاری کے لکھے ہوئے ہیں۔ مسجد کے مسقف حصہ میں آٹھ سے دس ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ صحن اس کے علاوہ ہے۔ جس کا طول ایک سو نوے فٹ اور عرض ایک سو پچاس فٹ ہے۔

جامع ہسیکی سلیمان اعظم کے دور میں جو مسجدیں استنبول میں تعمیر کی گئیں ان میں تین اور

مساجد قابل ذکر ہیں۔ ان میں ایک جامع ہسیکی (HASEKI) ہے جسے سلیمان قانونی کی بیوی خرم سلطان کے حکم سے ۱۵۳۹ء میں تعمیر کیا گیا۔ اس مسجد کی اہمیت یہ ہے کہ سنان کے میر معمار مقرر ہونے کے بعد اس نے جو پہلی مسجد بنائی وہ یہی جامع ہسیکی ہے۔

جامع مہرو ماہ دوسری مسجد جامع مہرو ماہ ہے جسے سلیمان قانونی اور خرم سلطان کی بیٹی مہرو ماہ کے حکم سے ۱۵۵۵ء میں تعمیر کیا گیا۔ مہرو ماہ وزیر اعظم رستم پاشا کی بیوی تھی۔ یہ مسجد بھی سنان نے تعمیر کی تھی۔ زمانہ کے حادثات خصوصاً زلزلوں سے اس کو کافی نقصان پہنچا لیکن جب بھی اس کی مرمت ہوئی پرانے طرز تعمیر کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ اس میں ابھی تک کافی دلکشی باقی ہے۔

جامع رستم پاشا یہ مسجد سلیمان المعظم کے وزیر المعظم اور داماد رستم پاشا کے حکم سے بنائی گئی لیکن اس کی تکمیل اس کی موت کے بعد ۱۵۶۱ء میں ہوئی۔ دوسری مسجدوں کے مقابلے میں بڑی نہیں کہی جا سکتی لیکن ترکی فنِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس کے بعض حصے خصوصاً روغنی اینٹوں کا کام ترکی فنِ تعمیر کا شاہکار ہیں۔ مسجد میں سبز، سیاہ اور بھورے رنگ کا سنگِ مرمر استعمال ہوا ہے۔

جامع سلطان احمد سولہویں صدی کا آخری بڑا تعمیری شاہکار جامع سلیمیہ' ادرنہ ہے جس کو معمار سنان نے سلطان سلیم ثانی (۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۴ء) کے حکم سے تعمیر کیا تھا اور جو معمار سنان کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔ لیکن چونکہ یہ مسجد ادرنہ میں تعمیر ہوئی اس لئے استنبول کی مسجدوں میں اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

سترھویں صدی مسلمانوں کے فن تعمیر کے عروج کی آخری صدی ہے۔ برّصغیر میں تاج محل (آگرہ)، لال قلعہ، جامع مسجد (دہلی) اور گول گنبد (بیجاپور) ایران میں اصفہان کی شاندار عمارتیں اسی صدی میں تعمیر ہوئیں۔ ترکی میں اس صدی کا سب سے بڑا شاہکار جامع سلطان احمد ہے جس کو نیلی مسجد بھی کہا جاتا ہے۔

یہ مسجد سلطان احمد اوّل (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء) کے حکم سے معمار محمد آغا نے سات سال

کی محنت کے بعد ۱۶۱۶ء میں مکمل کی۔ مسجد پہلی پہاڑی پر ایا صوفیہ کے بالمقابل تعمیر کی گئی ہے۔ دوسری مسجدوں کے مقابلے میں بلند مقام پر واقع ہے۔ اس لئے اس کا دور اور نزدیک سے نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ جامع سلطان احمد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترکی کی واحد مسجد ہے جس کے چھ مینار ہیں۔ سلطان کے دینی جذبہ کا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ حرم کعبہ کی مسجد میں بھی چھ مینار ہیں تو بڑا نادم ہوا کہ اس کی تعمیر کردہ مسجد خانہ کعبہ کی مسجد کا کس طرح مقابلہ کرسکتی ہے۔ اور اگرچہ شرعاً اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی لیکن سلطان نے خانہ کعبہ کی مسجد میں ایک مینار کا اضافہ کردیا۔ تاکہ اس کی مسجد میں میناروں کی تعداد مسجد حرم سے کم رہے۔

اس مسجد کی دوسری خصوصیت کالے پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جو محراب میں لگا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں رکھا ہوا حجر اسود جب جنت سے حضرت جبرئیلؑ نے لاکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش کیا تو اس کا ایک کونہ ٹھیس لگنے سے جھڑ گیا تھا جو دست بدست ترکی پہنچ گیا اور ایک عرصہ تک عجائباتِ ملک میں شامل رہا۔ مسجد سلطان احمد کی تعمیر کے وقت بادشاہ کو اس کا خیال آیا اور اس نے اس ٹکڑے سے محراب کو زینت بخشی۔

جامع سلطان احمد کی تیسری خصوصیت نیلے رنگ کا کام ہے۔ مسجد کے اندرونی نقش و نگار میں نیلا رنگ اس طرح حاوی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین پر اتر آیا ہے۔ اسی لئے اس مسجد کو نیلی مسجد کہا جاتا ہے۔ مسجد کی ایک بڑی دلکشی اندرونی روشنی کا انتظام ہے۔ یہ روشنی گنبد کے نیچے واقع دو ساتھ کھڑکیوں سے آتی ہے اور نیلے ٹائلوں سے منعکس ہوتی ہے۔

جامع سلطان احمد کی سب سے بڑی خوبی اس کا حسن تناسب ہے۔ چار بڑے ستون وسطی گنبد کو سنبھالے ہوئے ہیں جس کا قطر ۳۶ گز ہے۔ یعنی ایا صوفیہ کے گنبد سے ۲½ میٹر زیادہ۔ بلندی بھی ایا صوفیہ کے گنبد سے کچھ زیادہ ہے۔ چار ستونوں میں سے ہر ایک کا قطر ڈیڑھ میٹر ہے۔ اندر مسجد کی دیواروں پر نصف بلندی تک آیاتِ قرآنی سنہری حروف میں

لکھی ہوئی ہیں۔ مسجد کا منبر سنگِ مرمر کے کام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ فرش تمام سنگ مرمر کا ہے۔ چھ میناروں میں سولہ کھنڈ ہیں۔ مسجد کا اندرونی حصّہ ۲۳۰ فٹ طویل اور ۲۱۰ فٹ عریض ہے۔ مسجد کے تین طرف صحن ہے جس میں بہت سے درخت لگے ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان احمد تعمیر کے دوران ہفتہ میں ایک دن مسجد جاتا تھا اور معماروں کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا۔ سلطان محمود ثانی (۱۸۰۸ء تا ۱۸۳۹ء) نے ینی چری فوج کو توڑنے کا فیصلہ اسی مسجد میں بیٹھ کر کیا تھا۔ مختصر یہ کہ جامع سلطان احمد اپنی مذکورہ بالا خوبیوں اور خصوصیات کی وجہ سے ایا صوفیہ کے بعد سب سے اہم جامع سمجھی جاتی ہے۔ جامع سلیمانیہ بھی اس کے بعد آتی ہے۔

ینی جامع سترھویں صدی میں تعمیر ہونے والی دوسری اہم مسجد ینی جامع (نئی جامع) ہے۔ اس کو عرف عام میں والدہ جامع یا جامع والدہ سلطان کہتے ہیں۔ اس کی تعمیر ۱۵۹۸ء میں سلطان محمد سوم (۱۵۶۶ء تا ۱۶۰۳ء) کی والدہ صفیہ سلطان نے شروع کی تھی۔ نقشہ معمار داؤد آغا نے تیار کیا تھا۔ لیکن مکمل نہ ہو سکی۔ بعد میں سلطان ابراہیم (۱۶۴۰ء تا ۱۶۴۸ء) کی والدہ ماہ پیکر کوسم سلطان نے تعمیر شروع کروائی لیکن اس کے قتل ہوجانے کی وجہ سے کام پھر ادھورا رہ گیا۔ آخر میں سلطان محمد چہارم (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء) کی والدہ تورخان سلطان نے تعمیر کا کام معمار مصطفیٰ آغا کے سپرد کیا جس نے اس کو مکمل کر دیا۔

ینی جامع کا ڈیزائن جامع فاتح کی طرح ہے اور اندرونی حصّہ جامع سلطان احمد سے مشابہ ہے۔ اسی کی طرح ہلکی ہلکی روشنی اور نیلے اور سبز ٹائلوں کی دلکشی پائی جاتی ہے۔ ایک دیوار پر روغنی اینٹوں سے خانہ کعبہ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ تورخان سلطان، جس نے مسجد کو مکمل کرایا اس کا مقبرہ مسجد کے پیچھے ہے۔ محمد چہارم، مصطفیٰ دوم، احمد سوم، محمود اوّل اور عثمان سوم کی قبریں بھی اسی مقبرہ میں ہیں۔

ینی جامع کو ایا صوفیہ، سلطان احمد اور سلیمانیہ کے بعد تعمیراتی نقطۂ نظر سے استنبول کی چوتھی اہم مسجد کہا جاسکتا ہے۔ ان گیارہ اہم ترین مسجدوں کے بعد جن کا حال پچھلے صفحات

میں بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان چند مسجدوں کا مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو اگرچہ مذکورہ بالا مساجد کی طرح شاندار نہیں لیکن اپنی خصوصیات اور تاریخی حیثیت کے لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں۔

جامع عرب یہ عربوں کے دور کی مسجد ہے۔ عربوں نے جب ۷۱۷ء میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا تو انھوں نے غلطہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس علاقہ پر سات سال تک قابض رہے۔ یہ مسجد اسی زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی۔ بعد میں بازنطینیوں نے اس کو گرجا بنا لیا۔ لیکن جب ۱۴۳۵ء میں عربوں کو اسپین سے نکالا گیا اور ان کے ایک حصہ نے استنبول میں پناہ لی تو اسے پھر مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔

جامع مراد پاشا محمد فاتح کے وزیر مراد پاشا نے ۱۴۶۶ء میں بنوائی۔ اس میں دو گنبد اور ایک مینار ہے۔ قدیم ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔

جامع محمود پاشا یہ فاتح کے دوسرے وزیر اعظم محمود پاشا نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کی اہمیت بھی اس کی قدامت کی وجہ سے ہے۔

داؤد پاشا یہ ۱۴۸۵ء کی تعمیر ہے۔ داؤد پاشا نے جو فاتح اور بایزید دوم کے زمانہ میں وزیر اعظم تھا، تعمیر کرائی تھی۔

جامع جراح پاشا سلطان محمد سوم کے وزیر اعظم جراح پاشا نے ۱۵۹۴ء میں تعمیر کی اور سولھویں صدی کے ترکی فن تعمیر کے اچھے نمونوں میں شمار ہوتی ہے۔

جامع نور و عثمانیہ اس کی تعمیر سلطان محمود اوّل (۱۷۳۰ء تا ۱۷۵۴ء) نے شروع کی تھی لیکن اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی اور اس کے جانشین عثمان ثالث نے ۱۷۵۶ء میں مکمل کی۔ دو مینار ہیں۔ مسجد اٹھارھویں صدی کے طرز تعمیر کا اچھا نمونہ سمجھی جاتی ہے۔

جامع حکیم اوغلو علی پاشا یہ مسجد سلطان محمود اوّل کے وزیر اعظم علی پاشا نے ۱۷۳۵ء میں تعمیر کرائی۔ ایک مینار ہے اور اندر کی دیواروں پر روغنی اینٹوں کا کام دلکش ہے۔ یہ مسجد بھی اٹھارھویں صدی کے ترکی فن تعمیر کے بہترین نمونوں میں شمار ہوتی ہے۔

جامع پیالہ پاشا | یہ مسجد پیالہ پاشا کے حکم سے جو سلیمان قانونی کے زمانہ میں ایک ممتاز امیر البحر تھا، معمار سنان نے ۱۵۷۳ء میں تعمیر کی تھی۔ محلہ قاسم پاشا میں ہے۔ منبر سادہ ہے لیکن اس کے چاروں طرف روغنی اینٹوں کا جو کام ہے وہ اپنی نوعیت کا حسین ترین کام ہے۔

قدیم استنبول کی طرح پیرا، غلطہ اور ایشیائی ساحل پر اسکودار کے مقام پر بھی کئی عالیشان مسجدیں موجود ہیں۔ پیرا اور غلطہ جسے بے اوغلو بھی کہا جاتا ہے شاخ زرین کے شمال میں واقع ہیں۔ یہ تمام علاقے بلدیۂ استنبول کی حدود میں ہیں۔

جامع قلیج علی پاشا | یہ بے اوغلو کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ امیر البحر قلیج علی پاشا کے حکم سے ۱۵۸۰ء میں تعمیر کی گئی۔ ایک مینار ہے۔ اندر روغنی اینٹوں کا خوبصورت کام ہے۔

جامع بشکطاش | یہ غلطہ میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ سلطان عبدالحمید کبھی کبھی اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے پہنچ جاتے تھے۔ اس لئے سلطان کے لئے سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت مقصورہ بنا دیا گیا تھا جو اب تک موجود ہے۔

جامع حمیدیہ | بے اوغلو کے علاقہ میں سب سے اہم مسجد جامع حمیدیہ ہے جو سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) نے بنوائی تھی۔ یہاں سلطان عبدالحمید کے دور میں سلاملق کی رسم ادا ہوتی تھی۔ یعنی جمعہ کے دن سلطان کو سلامی دی جاتی تھی۔ یہ مسجد عام مساجد کے برعکس نئے انداز پر تعمیر ہوئی ہے۔ اگرچہ اس میں بھی گنبد اور مینار ہیں۔ لیکن یہ پرانی مسجدوں سے بالکل مختلف ہیں۔

اسکودار کی مسجدوں میں حسب ذیل مساجد اہم ہیں:

جامع رومی محمد پاشا | اسکودار کی قدیم ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ ۱۴۷۱ء کی تعمیر ہے۔

جامع اسکودار | سلیمان قانونی کی لڑکی مہر ماہ نے ۱۵۴۸ء میں تعمیر کروائی۔ نقشہ مشہور معمار سنان نے تیار کیا تھا۔ بعد میں اضافے ہوتے۔ فوارہ ۱۷۲۸ء میں بنایا گیا۔

جامع عتیق والدہ | یہ مسجد سلطان سلیم ثانی (۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۴ء) کی بیوی نوروبانو نے ۱۵۸۳ء میں بنوائی اور اس لحاظ سے اہم ہے کہ غروب آفتاب کے وقت یہاں سے یورپی ساحل پر واقع استنبول کا منظر سب سے اچھا ہوتا ہے۔

[redacted]